طاہر عباس طیب/ ڈاکٹر رشید امجد

اسکالر پی ایچ۔ڈی (اردو) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

صدر شعبہ اردو، الخیر یونیورسٹی، اسلام آباد کیمپس

قرۃ العین حیدر کا اسلوب

("آگ کا دریا" کے حوالے سے)

Tahir Abbas Tayib

PhD Scholar, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Dr Rasheed Amjad

Head, Department of Urdu, Al-Khair University, Islamabad.

Qurat ul Ain Haider's Literary Style

Qurat ul Ain Haider is a great novelist of Urdu. She is most known for her novel "Aag Ka Darya". She is one of the most celebrated Urdu writers. In this article, the author has discussed the stylistic elements of her novel "Aag Ka Darya". This novel has a different approach as compared to earlier Urdu novels as history of three thousand years of the subcontinent is presented through this literary text. The author is of the view that efforts and contribution of Qurat ul Ain Haider will always be remembered in Urdu literature.

عصرِ جدید میں اسلوب کے تجزیاتی مطالعہ کو جو اہمیت آج حاصل ہوئی ہے، وہ اس سے قبل نہ تھی۔ ادیبوں اور شاعروں کے برتاؤ اور مزاج کی بدولت جو الفاظ ان کے فکر و فن کے حوالے سے ادب کا حصہ بنے ہیں وہی الفاظ و بیان اور اسلوب ان کی پہچان بن گئے ہیں۔ ادب میں لفظ اسلوب اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے۔ نفسیاتی، سماجی، تہذیبی اور تحقیقی پہلوؤں کے حوالے سے اسلوب تہہ در تہہ، مختلف پرتوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس لیے ادب میں اسلوبیات نہ صرف فن بلکہ بطور سائنسی مضمون کی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس لیے ہر شاعر یا ادیب کے فکری و فنی تجزیے میں اسلوب کو خاصی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

ہر بڑا فنکار اپنے فن کے اعتبار سے نئے اور پرانے رویوں، سانچوں اور پیرایوں کی نوعیت سے زبان و بیان کے ایسے امکانات متعارف کراتا ہے جو اس کے اور بعد کے زمانے میں اپنی نت نئی تعبیریں اور تشریحیں پاتا ہے۔ یہ اسلوب اپنے اندر زمان و مکان کی قید سے آزاد اپنے بامعنی ہونے کے ثبوت فراہم کرتا ہے اور فکر و خیال کو اجاگر کرتا ہے۔ بنیادی طور پر اسلوب

ایک وسیلہ ہے جس کے ذریعے ہم اہلِ قلم کے فکر و خیال سے آشنا ہو سکتے ہیں۔ادبی اسلوب میں فنکار اپنے اسلوب نگارش سے دوسروں کو متاثر کرتا ہے۔سید عابد علی عابد رقمطراز ہیں:

اسلوب دراصل فکر و معانی اور ہیئت و صورت یا مافیہ و پیکر کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے۔(۱)

پروفیسر ہنری بیل کے مطابق:

اسلوب کے معنی یہ ہیں کہ فن کار کسی سلسلہ فکر کے اظہار کے وقت وہ تمام کوائف شامل کرے جو سلسلہ فکر کے کامل ابلاغ کے لیے ضروری ہیں۔(۲)

اسلوب کی تعریف کرتے ہوئے ریاض احمد کہتے ہیں:

اسلوب تحریر کی ایسی صفت کا نام ہے جو محض ابلاغ کے بجائے اظہار سے مختص ہے۔ابلاغ حقائق کی پیش کش کا نام ہے۔اظہار اس کے مقابلے میں حقائق کے شخصی، ذاتی یا انفرادی تاثر کو پیش کرنے کا نام ہے۔ابلاغ موضوع کی منطق تک محدود رہتا ہے اور اظہار پوری شخصیت کا احاطہ کرتا ہے۔۔۔اسلوب ادب میں تخلیق پاتا ہے۔بنیادی احساس کے اس اظہار سے، جو لفظ اور زبان کی معنوی اور اشاراتی کیفیت سے قطع نظر زبان کے مخصوص طریقِ استعمال سے شروع ہوتا ہے۔(۳)

اسلوب کی تعریف ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کے لفظوں میں یوں کی جا سکتی ہے۔

اسلوب سے مراد کسی شاعر یا ادیب کا طریقہء ادائے مطلب یا خیالات و جذبات کے اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت (انفرادی خصوصیات) کے شمول سے وجود میں آتا ہے اور چونکہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفہء حیات اور طرزِ فکر و احساس جیسے عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں، اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جا سکتا ہے۔(۴)

یوں اسلوب ایک ایسا وسیلہ ہے جو موضوع کو فن پارے میں ڈھالتا ہے۔گویا فن کار اپنے مواد کو اسلوب سے ہم آہنگ کرتے ہوئے فن پارہ تخلیق کرتا ہے۔اسلوب سے مراد لکھنے والے کا انفرادی طرزِ تحریر جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے مختلف اور اپنی ایک الگ شناخت بناتا ہے۔اسلوب فنکار کی شخصی، فکری، جذباتی اور تخیلی صفات کا عکس ہوتا ہے۔بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ:

اسلوبیات زبان کے ماضی، حال اور مستقبل یعنی جملہ امکانات کو نظر میں رکھتی ہے۔دوسرے لفظوں میں اسلوبیات میں اسلوب کا تصور تجزیاتی و معروضی نوعیت رکھنے کے باوجود تاریخی سماجی جہت کی راہ کو کھلا رکھتا ہے......ادبی اسلوبیات تجزیاتی طریق کار کے استعمال سے تخلیقی اظہار کے پیرایوں کی نوعیت کا تعین کر کے ان کی درجہ بندی کرتی ہے۔وہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ فن کار نے ممکنہ تمام لسانی امکانات میں سے اپنے طرزِ بیان کا انتخاب کس طرح کیا۔(۵)

اسلوبیات میں دراصل فن کار کے اسلوب کے ادبی اور لسانی خصوصیت کا جائزہ لیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ تخلیق ایک الگ اور منفرد مقام رکھتی ہے۔لسانی اظہار کے عمومی اور خصوصی اور فطری انداز سے فنکار کا طرز نگارش کس حد تک مختلف ہے یا

کسی مخصوص طرزِ اظہار میں کون سے خصائص موجود ہیں۔ جہاں تک ناول کے فن کا تعلق ہے۔ ناول کے فن میں زبان و اسلوب خود مصنف کے لیے اظہار ذات کا وسیلہ بھی ہوسکتا ہے اور کرداروں کے لیے بھی۔اس طرح وہ اسلوب داخلی اور لسانی آہنگ کا امتزاج ہوتا ہے۔اسلوب صرف ایک ذریعہ اظہار کی حد تک محدود نہیں بلکہ وسیع تر معنوں میں تکنیک کا حصہ بھی ہے۔ قرۃ العین حیدر کے ناول ''آگ کا دریا'' کے بارے میں مجتبٰی حسین کہتے ہیں:''آگ کا دریا ایک ناول نہیں شعر ہے۔اس شعر کے پیچھے تہذیب کی قوت، یادوں کے خواب اور ایک لامتناہی جستجو کا سلسلہ ہے۔''(۶)

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے (جگر)

جہاں تک قرۃ العین حیدر کے اسلوب کا تعلق ان کے ناول ''آگ کا دریا'' کے حوالے سے ہے تو یہ ناول زبان و اسلوب کی عملی فنی تکنیک کے طور پر سامنے آیا ہے۔اس ناول میں تین ہزار سال کی تاریخ کو بیان کیا گیا ہے اور ایک طویل اور تہہ در تہہ انسانی تجربے کو صرف زبان و اسلوب کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ یہ ناول آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور اردو ناول میں ہیئتی انداز کا ایک انوکھا اور نرالا تجربہ ہے۔اس ناول میں اسلوب کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔فنی اور معنوی اعتبار سے اسلوب کا یہ تجربہ ناول کی رمزیت اور معنویت کو ابتداء ہی سے اپنی قاری کو سحر میں جکڑ لیتا ہے۔

> گوتم نیلم بیگم نے چلتے چلتے ٹھٹک کر پیچھے دیکھا راستے کی دھول بارش کی وجہ سے کم ہو چکی تھی۔گو اس کے پاؤں، مٹی میں اٹے تھے۔ برسات کی وجہ سے گھاس اور درخت زمرد کے رنگ کے دکھائی پڑ رہے تھے۔اسوک کی تاریخی اور سرخ پھول گہری ہریالی میں تیزی سے جھلملاتے تھے اور ہیرے کی ایسی جگمگاتی پانی کی لڑیاں گھاس پر ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں۔ندی کے پار پہنچتے پہنچتے بہت رات ہو جائے گی۔گوتم کو خیال آیا گھاٹ پر کشتیاں کھڑی تھیں، برگت کے نیچے کسی من جلے ملاح نے زور زور سے ساون الاپنا شروع کر دیا تھا۔آم کے جھرمٹ میں ایک اکیلا مور پر پھیلائے کھڑا تھا۔مشتاق یہاں سے پورے پچیس کوس تھا اور گوتم نیلم بر کو ندی تیر کر پار کرنا تھی۔گھاٹ پر تین لڑکیاں ایک طرف کو بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ان کے ہنسنے کی آواز یہاں تک آرہی تھی۔لڑکیاں کتنی باتونی ہوتی ہیں گوتم نے سوچا انھیں بھلا کون سے مسئلے حل کرنے ہیں۔اس کا دل چاہا کہ نظر پھیر کر انھیں دیکھ لے۔خصوصاً اس کیری ساری والی لڑکی کو جس نے بالوں میں چھپا کا پھول اڑس رکھا تھا۔اس کے ساتھ نچلی سیڑھی پر جو لڑکی آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی اس کے گھنگھریالے بال تھے اور کتابی چہرہ جڑی ہوئی سیاہ بھنوریں،قریب پہنچ کر گوتم نے ان دونوں کو لحظہ بھر کے دھیان سے دیکھا اور پھر جلدی سے نظریں جھکالیں۔(۷)

''آگ کا دریا'' کا پہلا پیراگراف ہی اتنا معنی خیز اور اثر انگیز ہے کہ اس کے ذریعے ہی قرۃ العین حیدر اسلوب کے فنی مزاج کو سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ ناول ماضی کی دنیا کی سیر کراتا ہے اور اس ناول کے ذریعے وقت سے ماورا ہو کر صدیوں کی تاریخی اور تہذیبی قدروں کو سمجھ سکتے ہیں۔اس ناول میں انسان اور اس کے فطری پس منظر سے واقفیت بھی حاصل ہوتی ہے یوں اس ناول کے پڑھنے والا قرۃ العین حیدر کے اسلوب اور منفرد زبان و بیان کے ذریعے زمینی مناظر کی سیر کے ساتھ ماضی کے دھندلے آئینوں کو شفاف طور پر سامنے لے آتی ہے۔بقول سلوب احمد انصاری:

جس وسیع رقبے پر اور جس وسعت نظر کے ساتھ اس ناول میں تاریخی شعور اور تخلیق کے آداب کو سمویا گیا ہے۔اس کے پیش نظر'' آگ کا دریا'' نہ صرف ناول نگار کے اب تک کے کارناموں میں شاہکار کا درجہ رکھتا ہے بلکہ ہماری زبان کے ادب میں بھی اس کی جگہ ایسی منفرد اور ممتاز ہے کہ اس کی ہمسری شاید عرصے تک ممکن نہ ہو۔(۸)

اس میں مبالغہ آمیزی نہیں ہے کہ قرۃ العین حیدر کی تحریر میں بڑی جان ہے اس کے الفاظ و بیان میں شعریت دل سوزی اور تازگی موجود ہے۔اپنے جدید ترین داخلی اور خارجی تاثر کی وجہ سے ناول میں زبان کا شعوری عمل بھی دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ مصنفہ کو زبان و بیان اور اسلوب پر قدرت حاصل ہے۔ وہ جدید و قدیم زبانوں سے واقف ہے وہ اظہار کے وسیلہ کے لیے زبان کے بارے میں حساس ہیں۔ڈاکٹر میمونہ انصاری لکھتی ہیں:

آگ کا دریا تکنیک کے اعتبار سے اردو ناول نگاری میں ایک انوکھا تجربہ ہے۔۔۔تاریخی ناول نگاروں کے برخلاف قرۃ العین حیدر نے پہلی مرتبہ تاریخ کے واقعات کو تکنیک کے ساتھ اردو ناول میں سمویا ہے۔مختلف ادوار کے نمائندہ افراد قصے کے تانے بانے کو اس طرح بنتے چلے جاتے ہیں کہ پلاٹ کے الفاظ اور ترتیب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کرداروں کی نقل و حرکت اور مکالموں سے قصہ میں وحدت تاثر آخر وقت تک قائم رہتی ہے۔نقطہ نظر اور نصب العین کی علامت اور ناول نگار کا خلوص ناول کے اس وسیع اور ہمہ گیر کینوس پر گرانی اور بوجھل پن پیدا نہیں ہونے دیتا۔یہ ناول اس کے خالق کی عملی صلاحیت کی گواہ ہے۔تکنیک کے تمام اجزاء رمزیت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔(۹)

قرۃ العین حیدر کا پُر زور بیانیہ انداز، ڈرامائی تاثر،شدید کیفیات کی باز آفرینی ،فکر اور کرداروں کی خارجی فطرت دل نواز حسن عوام وخواص کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔اس ناول کے ذریعے قدیم طرز معاشرت طرز فکر اور اقدار زندگی کو مصنفہ نے اس طرح بیان کیا کہ یہ وہ تمام باتیں ہیں جو اس دور کے انسان کا خاصا تھیں۔ گویا قرۃ العین حیدر نے اپنے اس ناول کے ذریعے تاریخی شعور کو اجاگر کیا۔ بقول قرۃ العین حیدر:'' دریا کو زمانے کا Symbol بنا کر میں نے تین ہزار سال کی پھیلی ہوئی اور الجھی ہوئی ہندوستانی تاریخ میں سے ہندوستانی شخصیت کی عظمت کو گرفت میں لانے کی کوشش کی۔''(۱۰)

قرۃ العین حیدر نے تخلیقی ادب میں اپنی جگہ بنالی تھی۔ان کی جدت پسندی اور تکنیک کا نیا تجربہ اور مغربی ادب کے اثرات بھی اس ناول میں نمایاں نظر آتے ہیں۔اس میں بالعموم شعور کے بہاؤ کی تکنیک استعمال کی گئی ہے اور فنی تدبیر یہ ہے کہ اس ناول میں تاثرات اور یادیں لاشعوری طور پر منطقی ربط پیدا کرتی ہیں۔

تب اسے ایک اٹل حقیقت کا اندازہ ہوا ہاتھ انگلیاں جو حسن کی تخلیق کے لیے بنائی گئی ہیں خون میں نہلا دی جاتی ہیں کسی خاموشی و بہار میں بیٹھ کر وہ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرسکتا تھا......تب جا کر اسے اپنی کٹی ہوئی انگلیوں کو دیکھا اور سوچا کہ یہ اس کے کرم کا پھل ہوگا اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کرم کے فلسفے سے اسے بڑا سکون حاصل ہوا۔(۱۱)

ان الفاظ میں گوتم کا تجزیہ، جس میں ایک کرب چھپا ہوا ہے،اسے قرۃ العین حیدر نہایت دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ ہر فنکار کا اپنا اسلوب ہوتا ہے جو موضوع کی زیب وزینت کے علاوہ ایک اعلیٰ فن پارے کو تخلیق کرتا ہے۔ناول کے اسلوب کا تعلق ہیئت اور مواد دونوں سے ہے۔انہوں نے پورے ہندوستان کی تہذیب وتمدن کی داستان کو خوبصورت اسلوب نگارش سے بیان کر دیا۔

قرۃ العین حیدر نے خارجی پہلو میں الفاظ کا انتخاب ترکیبوں اور جملوں کی بناوٹ سے قاری کے پڑھنے کا ذوق وشوق میں اضافہ کیا اس لیے اچھا اسلوب اور ہیئت بھی قاری پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اچھا اسلوب اپنے اندر سحر کی کیفیت لیے ہوتا ہے۔ ناول میں موزوں ترتیب کی بدولت بیان کی دلکشی فنکار کو اعلیٰ درجے پر فائز کرتی ہے۔ بقول ڈاکٹر مظفر حنفی: ''اس نکتے پر بھی دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ قرۃ العین حیدر کو بیانیہ پر مکمل قدرت حاصل ہے، وہ شستہ شائستہ، سلیس اور رواں دواں زبان استعمال کرنے پر عبور رکھتی ہیں۔'' (۱۲) قرۃ العین حیدر کا اسلوب محسوس جذبات، مشاہدات، مطالعات اور خیالات کو اصلی شکل میں قارئین کے سامنے لاتا ہے۔ الفاظ کو نئے آہنگ اور روابط کے ساتھ استعمال کرنا، پرانی علامتوں کو نئے خیال اور نئی علامتوں اور خیال انگیز طور پر پیش کرنا ان تمام چیزوں کو بہترین طور پر قرۃ العین حیدر نے اپنے اسلوب میں استعمال کیا۔ ممتاز حسین کے مطابق:

> بہترین اسٹائل اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ اپنی اسٹائل سے بے خبر اور اپنی شخصیت سے باخبر ہوتا ہے۔ لیکن اسٹائل ......تمام تر شخصیت ہی کی شئے نہیں ہوتی اس کا تعلق ابلاغ کے فن سے بھی ہے جس کا ایک معیار ہے۔ (۱۳)

اسلوب اور تکنیک سے اس ناول کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔ قرۃ العین حیدر نے رومانیت اور سماجی حقائق کے ساتھ ساتھ تاریخی حقیقتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ''آگ کا دریا'' میں تاریخ، سیاست، معیشت اور معاشرت کے وسیع موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے البتہ ناول میں کہیں کہیں فلسفے کی حکمرانی بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ اس ناول میں ایک قسم کا واقعاتی استناد ہے جو اس کی عصری حیثیت کو معتبر کرنے کا باعث ہے۔ قرۃ العین حیدر نے ناول میں تصویر کشی اور منظر نگاری کے لیے ہندوستان کی سرزمین کو منتخب کیا۔ بقول سراج منیر:

> قرۃ العین حیدر کی تحریروں کے وسیع لینڈ سکیپ میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ ایک مربوط اور مسلسل ہمہ جہتی نمو ہے۔ یہ ایک زندہ کائنات ہے جو اپنے متعین اصول کے مطابق پھیل رہی ہے۔ اس کے مرکز میں تصورات اور تجربات کا ایک جھرمٹ ہے اور اس کے گرد ایک پوری دنیا۔ اس کی وسعت بھی ششدر کر دینے والی ہے اس کی وحدت بھی۔ (۱۴)

شمیم حنفی نے قرۃ العین حیدر کے لینڈ سکیپ کو بصیرت کی پیچیدگی اور اسالیب کی کثیر الجہتی کہا ہے لیکن سراج منیر اس بات کی تردید کرتے ہیں۔ ان کے مطابق جس فنکار کے ہاں اسالیب جتنے متنوع اور اس کے آفاق جتنے وسیع ہوں گے اس کا تجربہ بھی اتنا ہی وسیع ہوگا۔ سراج منیر لکھتے ہیں:

> کلیات میر کی ایک کرامت یہ ہے کہ غریب سے غریب لفظ اور لہجے کی سند تلاش کیجیے وہاں سے مل جائے گی۔ قرۃ العین حیدر کا کمال بھی کم وبیش یہی ہے۔ اردو کے اتنے اسالیب بیان شاید کہیں اور یکجا نہیں ملیں گے۔ (۱۵)

چنانچہ قرۃ العین کے ہاں اسالیب بیان کی اتنی کثرت ہے کہ اردو ادیبوں کے ہاں ہمیں اس طرح کے اسالیب مشکل سے ملتے ہیں۔ قرۃ العین کے اسالیب میں کئی سطحیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا دانشورانہ ارتقا کسی لفظ پر آ کر رکا نہیں اور انھوں نے اپنی فکر کو کسی آئیڈیالوجی کا اسیر نہیں کیا۔ ان کی تمام تخلیقات میں تنوع پایا جاتا ہے اور شروع میں تو انسانی تماشا جوان کے ناولوں کی رنگ بھری پر کھیلا جاتا ہے، بہت ہی معنی خیز نظر آتا ہے۔ چنانچہ قرۃ العین حیدر بھی واقعیت کا انتخاب کرتی ہوئی حقیقی زندگی کے مرقع پیش کرتی ہیں۔ وہ ایک زبردست قصہ گو اور کہانی بنانے کے فن سے پوری طرح واقف ہیں۔ اردو ہندی فارسی، سنسکرت، انگریزی اور وسطی

ہندوستان کا لہجہ روانی کے ساتھ استعمال کرتی ہیں۔ ان کے الفاظ میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا اوران کا مطلب بھی عبارت کے اعتبار سے اتنا واضح ہوتا ہے کہ پڑھنے والا کسی الجھن میں نہیں پڑتا۔ یہی فنی کمال ان کی تحریر کا سحر ہے۔ ناول ''آگ کا دریا'' میں اشاراتی وعلامتی زبان بھی استعمال ہوئی ہے۔ ان کے ہاں مختلف مناظر کا احساس شدت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔

> وقت کے راستے سے ہٹ کر وہ ایک طرف سرک کر بیٹھ گیا تھکے ہوئے آرام کے احساس کے ساتھ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس نے سوچا جیسے وہ زبان ومکاں کے احساس سے آزاد بہار کے بادلوں کی طرح اوپر اٹھا جارہا تھا۔ چاروں طرف خلا ہے اوراس میں ہمیشہ کی طرح وہ تنہا موجود ہے۔ دنیا کا ازلی ابدلی انسان تھکا ہوا شکست خوردہ بشاش پرامید رنجیدہ انسان جو خلا میں ہے اور خدا سے الگ ہے کائنات کا اولین ذی ہوس جسے یہ ساری چاندی سارے پھول ساری ندیاں سارا حسن دے دیا گیا ہے۔(۱۶)
>
> فنا، فنا ہر شے فنا ہے وقت فنا میں شامل ہے وقت کومختلف حصوں میں قید کرلیا گیا ہے مگر وہ پل پل اس قید کوتوڑتا ہوا چپ چاپ آگے نکلتا جارہا ہے۔(۱۷)

ناول کے بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ قرۃ العین حیدر کا اسلوب بیاں بھی اپنے زمانے کی نمائندگی لیے ہوئے ہے۔ وہ اپنے ناول میں مختلف عہدوں کے لیے مختلف زبان استعمال کرتی ہیں۔ ابتداء میں سنسکرت اور ہندی ہندومت اور بدھ مت، مسلمانوں کی آمد کے ساتھ عربی وفارسی الفاظ اور انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی انگریزی طرز اسلوب اپنانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ قرۃ العین حیدر کا ذخیرہ الفاظ بہت وسیع ہے۔ مکالمات کی بہتات کے باوجود وہ اپنے پڑھنے والے کی توجہ اپنے ناول کی طرف مبذول رکھتی ہیں۔

> ارے یہ پروگریسو ہوگئیں...... جوان کارٹر کے ساتھ گھومتی ہیں سنا ہے پہلے تو بڑی سخت لیکر تھیں انڈیا میں۔(۱۸)

قرۃ العین حیدر کے اسلوب کے حوالے سے اسلوب احمد انصاری نے انگریزی زبان کے الفاظ پر اعتراضات کیا ہے۔

> وہ غیر ضروری طور پر اپنی تحریروں میں انگریزی الفاظ اور تراکیب استعمال کرتی ہیں جس سے لکھنے والے کے ذہن کی ناپختگی اور زبان کے مصنوعی پن کا احساس ہوتا ہے اور تجربہ کی روانی میں رخنہ پڑجاتا ہے۔ جس کے لیے کوئی معقول جواز نہیں۔(۱۹)

اسی طرح قرۃ العین حیدر کے ناول ''آگ کا دریا'' میں شاعرانہ اسلوب رومان اور تخیلی آمیزش کے بارے میں شمس الرحمان فاروقی نے بھی قرۃ العین حیدر کے اسلوب کورومان زدہ قرار دیا ہے:

> قرۃ العین حیدر کا اسلوب اپنی رومان زدگی کے باعث نثر کا اچھا اسلوب نہیں بلکہ اس میں بہت زیادہ سطحیت ہے۔(۲۰)

اسلوب احمد انصاری اور شمس الرحمٰن فاروقی نے جو اعتراضات قرۃ العین حیدر کے اسلوب پر کیے ان کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ فنکار اپنی ضرورت کے مطابق زبان واسلوب استعمال کرتا ہے اور یہی حقیقت بھی ہے کہ قرۃ العین حیدر نے ''آگ کا دریا'' میں زمانی ومکانی قدروں اور کرداروں کے مطابق الفاظ وزبان کو اسی انداز میں پیش کیا جس انداز میں کردار کی ضرورت تھی۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان رقمطراز ہیں:

''آگ کا دریا'' قرۃ العین حیدر کے اسلوب کی انتہا کے طور پر سامنے آتا ہے۔ انہوں نے جو ہیئت تشکیل دی تھی، جس مواد کا انتخاب کر کے اسے پرت در پرت برتا تھا، جن فکری مباحث کو چھیڑا تھا، جن تکنیکوں سے کام لیا تھا اور جس زبان کا استعمال کیا تھا وہ سب ایک خوب صورت سانچے میں ڈھل کر ''آگ کا دریا'' کی شکل میں منظر عام پر آ گئے۔(۲۱)

قرۃ العین حیدر کو زبان پر قدرت حاصل ہے۔ بالخصوص ''آگ کا دریا'' ان کی بیانیہ انداز انتہائی واضح اور ابلاغ کے وصف سے پر ہیں۔ وہ اپنی بات کو عجیب انوکھے اور شاندار لب ولہجہ میں ادا کرنے کی زبردست صلاحیت رکھتی ہیں۔ اس ناول میں انہوں نے شعور کی رو کو بھی بڑی مہارت سے برتا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد یٰسین: ''آگ کا دریا'' میں اس نئے تجربے سے رواں دواں زندگی (جو صدیوں پر محیط ہے) کی ترجمانی نہایت کامیابی سے کی گئی ہے۔ ۔۔یہ کمال شعور کی رو کے ذریعہ ہی ممکن ہو سکا ہے۔''(۲۲) قرۃ العین حیدر نے شعور کی رو اور آزاد تلازمہ خیال کے ذریعے ناول کی تکنیک تازگی، دلکشی اور توانائی عطا کی ہے۔ انہوں نے ماضی کا عکس یوں پیش کیا جیسے بنتے ہوئے نقوش کی ہو بہو تصویریں اترتی چلی جائیں۔ بقول ڈاکٹر سہیل بخاری:

شعور کی رو کے مدھم استعمال، مختلف تکنیکوں کے بیانیہ میں ادغام، واحد متکلم کے مباحث وتبصروں اور اہم کرداروں کے اندرون بلند ہونے والی آوازوں اور ذات سے ہمکلامی کی گونجوں کو بڑے حسن اور سلیقے سے انہوں نے ماجرا کی جدت آمیز اور قابل قبول فنی تشکیل کو گوتم نیلمبر کی سوچوں اور عمل کے حوالے سے ایک منفرد اور ماڈرن ناول کی ہیئت عطا کی ہے۔(۲۳)

اس ناول میں کرداروں کے مکالمے اس قدر دلچسپ اور بے ساختہ ہیں کہ قاری ان کی برجستگی پر دم بخود رہ جاتا ہے۔ ''آگ کا دریا'' میں گوتم نیلمبر اور ہری شنکر کے مابین ایک مکالمہ سے قرۃ العین حیدر کے فنی معراج کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس کے جھونپڑے کے سامنے چھوٹا سا تالاب تھا جس میں سنگھاڑے تھے اور کنول کے پھول اور جس میں روپہلے پروں والی بطخیں تیرتی تھیں۔ جب آسمان پر اندر کی کمان نکلتی اور جوہی کے پھولوں پر بھنورا گنگناتا وہ اپنے چھوٹے سے مکان کے برآمدے میں اپنے ساتھی گیت گاروں کے ساتھ بیٹھ کر انند ہری بجاتا۔ آمنہ اپنے لوچدار جسم پر تیز جامنی یا تیز سبز رنگ کی ساری لپیٹے پیتل کا گھڑا کمر پر سنبھالے تالاب کی اور جاتی نظر آتی۔(۲۴)

قرۃ العین حیدر کے الفاظ ان کے فقروں، جملوں اور پیراگراف کے آغاز واختتام تک ایک عجیب چھپی ہوئی قوت کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک اور اقتباس دیکھیے:

گھاس کی بھینی بھینی خوشبو پتھروں کی خنکی اور مٹی کی قوت اس نے اپنے قدموں میں محسوس کی اس نے بازو پھیلا کر ہوا کو چھوا اور آہستہ آہستہ دہرانا شروع کیا۔ زمین، تری پہاڑیاں برفانی پہاڑ اور جنگل مسکرا رہے ہیں۔(۲۵)

قرۃ العین حیدر نے مناظر کی تصویر کشی میں بھی شاعرانہ زبان کو خوبصورت استعمال کیا ہے۔ اسلوب میں شعریت اور ڈرامائیت کا یہ اثر ناول کے شروع سے لے کر آخر تک نظر آتا ہے۔ مشاہدات کی باریک بینی ان کے مناظر کو جاذب بناتی ہے اس میں اسلوب بیان کی تازگی اور شگفتگی اپنے تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ قرۃ العین حیدر نے تاریخ کو تخلیق اور

مختلف اسلوب کی آمیزش کے ذریعے ادبی فن پارہ بنا دیا۔ انھوں نے کرداروں کے داخلی احساسات اور خارجی عوامل کے ذریعے انسانی اعمال کو پیش کش کے ذریعے بیان کیا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے اسلوب کی سادگی و پرکاری اور زندگی کے حقیقت پسندرویے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

> لیکن روح اور دل کی کائناتوں کی ساری مسافتیں طے کرنے کے بعد اس نے اندازہ لگایا کہ زندگی میں اصل چیز سکون ہے۔ ایسا سکون جس میں پرخطر طوفاں اور آندھیوں کی گنجائش بھی موجود نہ ہو۔(۲۶)
>
> خدا سوائے غم حسین کے اور کوئی غم نہ دے ایک ٹکا......ایک ٹکا۔(۲۷)
>
> اصول اور بلند خیالات اور فلسفے علیحدہ چیزیں اور ہم اصل زندگی میں اپنے خیالات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔(۲۸)
>
> الفاظ کو ختم کرو مگر معنی موجود رہیں گے۔(۲۹)
>
> لیکن اب اسے محسوس ہوا کہ وہ بوڑھا ہو چکا ہے اس میں ضبط آ گیا ہے۔ ضبط توازن اور سکون انسان کی تمیز کی قوت اس کو صحیح عظمت عطا کرتی ہے۔ انسان پیدا ہوتے ہیں۔ انسان دکھ اٹھاتے ہیں۔ انسانوں کو سرور اور نشاط حاصل ہوتا ہے۔ انسان ارتقا کے زینوں پر چڑھتے ہیں انسان مرجاتے ہیں لیکن زندگی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔(۳۰)
>
> اداکار رقاص اپنے سر اپنی آنکھوں اپنی بھنوروں، اپنے بازوؤں، اپنے ہاتھوں، اپنی انگلیوں، اپنے پیروں، اپنے پورے جسم سارے وجود کے ذریعے کائنات وزندگی کی کہانی سناتا ہے۔ آنکھوں اور انگلیوں اور بازوؤں میں آہنگ قائم کر کے ناچتا ہے۔(۳۱)

قرۃ العین حیدر نے اس رویے کو شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے۔ ناول میں وسیع ترین لسانی پس منظر مصنفہ کے مطالعے اور مشاہدکی وسعت کی دلیل ہے۔ لیکن یہ صرف وسیع ذخیرۂ الفاظ ہی نہیں جو اس ناول میں زبان کا عمل بناتا ہے بلکہ یہ زندگی اور زبان وادب اور اسلوبیات سے گہری واقعیت ہے جو ناول کو معنی خیز اور پرکشش بناتی ہے۔ بقول سراج منیر:

> قرۃ العین حیدر کے ہاں لہجوں کا تنوع بے مثال ہے اور اس سے جو کائنات وجود میں آئی ہے اس میں ہر شے اپنے درست نام سے پکاری جاتی ہے اور ہر کردار اپنے اصل لب ولہجہ میں کلام کرتا ہے۔۔۔ اسی طرح لفظوں کے خفتہ تلازموں کو ان کی تہذیبی مناسبتوں کو اپنی ہنرمندی سے برتا گیا ہے کہ اردو میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔(۳۲)

''آگ کا دریا'' کا ایک اپنا اسلوب ہے اور اس مرکزی اسلوب میں کئی اسالیب کی چمک دکھائی دیتی ہے۔ بیشتر فنکار انھیں الفاظ اور معاشرے اور ماحول کے باہمی تعلق کی اہمیت کا پورا احساس ہے۔ ناول میں علوم وفنون اور مصنفہ کی بے شمار اصطلاحات کہانی کے تانے بانے میں یوں سمودی گئی ہیں کہ تخلیقی زبان کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ اس ناول میں واقعات کو حقیقت پسندی سے بیان کیا گیا ہے۔ کہانی کے تاثر کو ابھارنے کے لیے ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے کے لیے کردار کی نفسیاتی سیرت کے نشیب وفراز ظاہر کرنے کے لیے کسی عہد کی زندگی کے بنیادی خدوخال نمایاں کرنے کے لیے وہ ہر طرح کے اسلوب بیان سے

کام لیتی ہیں۔قرۃ العین حیدر کے اسلوب بیان اور فنی مزاج کے بارے میں محمود ایاز لکھتے ہیں:

الفاظ سے رنگ اور آواز کے پیکروں کی تخلیق اور نثر کو شاعری میں بدلنے کا تجربہ اردو ناول میں پہلی بار قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں ہوا ہے۔اسلوب تکنیک اور مواد کے اعتبار سے قرۃ العین حیدر کے ناول اردو ناول نگاری میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں...... جدید مغربی ناول سے قرۃ العین حیدر نے کئی چیزیں لی ہیں لیکن ان میں کے امتزاج سے انھوں نے اردو میں اسلوب واظہار کی جونئی راہیں نکالی ہیں اور جو تجربے کیے ہیں ان کی قدر و قیمت کو تسلیم نہ کرنا بد دیانتی ہے۔اردو ناول کے ریگستان میں ''آگ کا دریا'' ایک سرسبز و شاداب نخلستان ہے۔''(۳۳)

ناقدین کی ان آراء کے بعد ہم بلا تامل یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرۃ العین حیدر کے ناول ''آگ کا دریا'' کے حوالے سے قرۃ العین کے اسلوب کو تو ان کی زبان پر قدرت اور موضوع سے واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے ان کے فن اسلوب میں تکنیک نا قابل تقلید ہے وہ اپنے اسلوب کی خالق اور خاتم ہیں۔پروفیسر شمیم احمد رقمطراز ہیں:

''آگ کا دریا'' نے ایک ایسی تخلیقی سرگرمی کو پیدا کیا جو اردو کے بہترین تخلیقی جوہر پر اثر انداز ہوئی جس نے ناول کو ایک نئی جہت اور نیا معیار عطا کیا۔(۳۴)

قرۃ العین حیدر کے اسلوب کی پر چھائیاں بعد کے ناول نگاروں کے ہاں کہیں کہیں ملتی ہیں۔ناول کا عمومی اسلوب زبان کے وسیع تر استعمال کی نشاندہی کرتا ہے اور یہ اسلوب زبان کے وسعت پذیر تصور پر مبنی ہے۔یہ اسلوب آج کے انسان کا طرز فکر اور طرز احساس ہے۔ان کے نظریات میں ایک توازن اور گہری سنجیدگی پائی جاتی ہے۔مجموعی طور پر اس ناول کا اسلوب اردو ناول نگاری میں ایک منفرد اسلوب ہے۔اس بارے میں ڈاکٹر قمر رئیس لکھتے ہیں:

قرۃ العین حیدر کے فن کی انفرادیت کا امتیازی پہلو جو ہر قاری کو متاثر کرتا ہے ان کا خوبصورت، رواں دواں اور شائستہ نثری اسلوب ہے۔جس میں چستی ہی نہیں تہہ داری اور تنوع ہے۔اس اسلوب کا تعلق ان کی ذہنی افتاد اور نظریات سے بھی ہے۔۔۔وہ الفاظ کی ایمائی قوت سے ماحول کی تخلیق بھی کرتی ہیں۔واقعیت کا رنگ بھی ابھارتی ہیں اور کہانی کے تار و پود سے ماورا فلسفیانہ حقائق کی طرف قاری کی توجہ مبذول کراتی ہیں لیکن اس عمل میں اظہار کی سطح پر ایک ایسی تازگی اور نغمگی اور نشاط آفرین شگفتگی قائم رہتی ہے جو محسوس ہو کر بھی غیر محسوس رہتی ہے۔(۳۵)

مجموعی طور پر قرۃ العین حیدر کا ناول ''آگ کا دریا'' اپنی فکر اور اسلوب کے اعتبار سے ایک نیا اور انوکھا تجربہ ہے۔جس میں ہندوستان کی ثقافت کو موضوع بنایا گیا ہے جس کی عہد بہ عہد تبدیلیوں کے آئینہ میں انسانی وجود کے مفہوم کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سید عابد علی عابد، اسلوب، مجلس ترقی ادب، لاہور طبع اول، دسمبر ۱۹۷۱ء، ص ۳۶

۲۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۲

۳۔ ریاض احمد، اسلوب، مشمولہ نئی تحریریں، حلقہ اربابِ ذوق، لاہور، نومبر ۱۹۵۷ء، ص ۶۹

۴۔ ابوالاعجاز صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۱۳

۵۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، ادبی تنقید اور اسلوبیات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۶

۶۔ مجتبٰی حسین، ادب اور آگہی، مکتبہ افکار، کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۳۶۲

۷۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱

۸۔ اسلوب احمد انصاری، تبصرہ ''آگ کا دریا''، مشمولہ فکر ونظر، علی گڑھ اکتوبر ۱۹۶۰ء، ص ۱۵۴، ۱۵۵

۹۔ میمونہ انصاری، ڈاکٹر، آگ کا دریا، مشمولہ تنقیدی رویے، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۹۹

۱۰۔ قرۃ العین حیدر آئینہ خانے میں، مطبوعات الکتاب، لکھنو، جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۱۱

۱۱۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، ص

۱۲۔ مظفر حنفی، ڈاکٹر ''قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ''، قومی زبان، کراچی، جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۳۸

۱۳۔ ممتاز حسین، ادب اور شعور، اردو مرکز، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۲۵۱

۱۴۔ سراج منیر، کہانی کے رنگ، جنگ پبلشرز، ص ۱۷

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، ص ۶۲

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۴۵

۱۸۔ ایضاً، ص ۶۰۷

۱۹۔ اسلوب احمد انصاری، آگ کا دریا، مشمولہ ''قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ''، مرتب، ڈاکٹر ارتضیٰ کریم، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۳۹۹

۲۰۔ شمس الرحمٰن فاروقی، اردو فکشن، مرتبہ، آل احمد سرور، لیتھو کلر پرنٹرز، علی گڑھ، ۱۹۷۲ء، ص ۴۵۱

۲۱۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، ''آزادی کے بعد اردو ناول (ہیئت، اسالیب اور رجحانات)، دوسرا ایڈیشن، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰۹

۲۲۔ محمد یٰسین، ڈاکٹر، ''ناول کا فن اور نظریہ''، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۲۰۰۲ء، ص ۲۱۱

۲۳۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو ناول تاریخ وتنقید، میری لائبریری، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۳۴۰

۲۳۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، ص ۴۵۴

۲۴۔ ایضاً، ص ۶۶۴

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ ایضاً

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ سراج منیر، کہانی کے رنگ، ص۲۷

۳۳۔ محمود ایاز، آگ کا دریا، مشمولہ قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ، ص۳۲۱،۳۲۲

۳۴۔ شمیم احمد، ناول نگاری کا غالب رجحان، مشمولہ تخلیقی ادب، شمارہ ۲، عصری مطبوعات، کراچی، ص۲۶

۳۵۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، قرۃ العین حیدر، مشمولہ قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ، ص۴۰